جاوید احمد غامدی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ البقرۃ

(۵۴)

(گزشتہ سے پیوستہ)

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ، فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ، فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ، اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ، فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ، فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ

(بنی اسرائیل کی حکومت سنبھالنے کے بعد) پھر جب طالوت فوجیں لے کر نکلے[۶۵۶] تو اُنھوں نے (لوگوں کو) بتایا کہ اللہ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ ایک ندی کے ذریعے سے تمھیں آزمائے گا۔[۶۵۷] اِس کی صورت یہ ہوگی کہ جو اِس کا پانی پیے گا، وہ میرا ساتھی نہیں ہے اور جس نے اِس (ندی) سے کچھ نہیں چکھا،[۶۵۸] وہ میرا

[۶۵۶] بائیبل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہم فلستیوں کے مقابلے میں تھی جن کا سردار اُس زمانے میں جاتی جولیت تھا۔ قرآن نے اُس کا ذکر جالوت کے نام سے کیا ہے۔ سموئیل (۱) میں یہ واقعہ اِس طرح بیان ہوا ہے:

> ”پھر فلستیوں نے جنگ کے لیے اپنی فوجیں جمع کیں اور یہوداہ کے شہر شوکہ میں فراہم ہوئے اور شوکہ اور عزیقہ کے درمیان افسدمیم میں خیمہ زن ہوئے۔ اور ساؤل اور اسرائیل کے لوگوں نے جمع ہو کر ایلا کی وادی میں ڈیرے ڈالے اور لڑائی کے لیے فلستیوں کے مقابل صف آرائی کی۔ اور ایک طرف کے پہاڑ پر فلستی اور دوسری طرف کے پہاڑ پر بنی اسرائیل کھڑے ہوئے اور اُن دونوں کے درمیان وادی تھی۔“ (۱/۱۷: ۱-۳)

[۶۵۷] اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ، ظاہر ہے کہ طالوت کو سموئیل علیہ السلام کی وساطت سے معلوم ہوا اور اِسی بنا پر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اٰمَنُوْا مَعَهٗ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ، قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ: كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ. ﴿٢٤٩﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ، قَالُوْا: رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا، وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا، وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ. ﴿٢٥٠﴾

ساتھی ہے۔ ہاں، مگر اپنے ہاتھ سے[٦٥٩] ایک چلو کوئی پی لے تو پی لے۔ لیکن ہوا یہ کہ اُن میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا باقی سب نے اُس (ندی) کا پانی پی لیا۔[٦٦٠] پھر جب طالوت اُس کے پار اترے اور اُن کے وہ ساتھی بھی جو اپنے ایمان پر قائم رہے،[٦٦١] (اور فوجیں دیکھیں) تو (جو لوگ آزمایش میں پورے نہیں اترے تھے)، اُنھوں نے کہہ دیا کہ ہم تو آج جالوت اور اُس کے لشکروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اِس پر وہ لوگ جنھیں اللہ سے ملنے کا خیال تھا،[٦٦٢] بول اُٹھے کہ (حوصلہ کرو، اِس لیے کہ) بہت جگہ ایسا ہوا ہے کہ اللہ کے حکم سے چھوٹے گروہ بڑے گروہوں پر غالب آئے ہیں، اور اللہ تو ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔[٦٦٣] اور (یہی سچے مسلمان تھے کہ) جب جالوت اور اُس کی فوجوں کا سامنا ہوا تو اُنھوں نے

---

[٦٥٨] اصل میں 'من لم یطعمه' کے الفاظ آئے ہیں۔ اِس سے واضح ہے کہ اِس امتحان میں سو فی صدی کامیابی کے لیے ضروری تھا کہ ندی کا پانی سرے سے کوئی چکھے ہی نہیں۔

[٦٥٩] 'اپنے ہاتھ سے' کی یہ قید اِس لیے لگا دی ہے کہ معاملہ گلاس اور کٹورے تک نہ پہنچ جائے۔

[٦٦٠] بائیبل میں اِس امتحان کا ذکر نہیں ہے، لیکن اِسی سے ملتے جلتے ایک دوسرے امتحان کا ذکر ہے۔ اِن دونوں کو دیکھنے کے بعد ہر صاحب ذوق خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ اِس معاملے میں قرآن کا بیان ہی ہر پہلو سے قرین عقل بھی ہے اور بامقصد اور نتیجہ خیز بھی۔

[٦٦١] اصل الفاظ ہیں: 'والذین امنوا معه'۔ اِن میں 'امنوا' کا فعل، قرینہ دلیل ہے کہ اپنے کامل معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اِس سے یہ بات آپ سے آپ نکلتی ہے کہ جو لوگ اِس امتحان میں پورے نہیں اترے، وہ اپنے ایمان کے دعووں میں بھی پورے نہیں تھے۔

[٦٦٢] یہ اِس لیے فرمایا کہ خدا کی راہ میں موت اگر بندۂ مومن کو اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہوتی ہے تو اُس کے اِسی عقیدے کی بنا پر ہوتی ہے کہ وہ اِس موت سے مرے گا نہیں، بلکہ حقیقی زندگی پا کر اپنے پروردگار کی ملاقات سے مشرف ہو گا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ، وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ، وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ، وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ، وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ، وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ. ﴿۲۵۱﴾

دعا کی کہ پروردگار، ہم پر صبر کا فیضان فرما اور ہمارے پاؤں جما دے اور اِن منکروں پر ہمیں غلبہ عطا کر دے۔ چنانچہ (اُن کی دعا قبول ہوئی اور) اللہ کے حکم سے اُنھوں نے (اپنے) اُن (دشمنوں) کو شکست دے دی[۶۶۴] اور جالوت کو داؤد[۶۶۵] نے قتل کر دیا اور اللہ نے اُسے بادشاہی دی اور حکمت عطا فرمائی اور اُسے اُس علم میں سے سکھایا جو اللہ چاہتا ہے (کہ اپنے اِس طرح کے بندوں کو سکھائے)[۶۶۶] ـــــ اور (حقیقت یہ کہ) اگر اللہ ایک کو دوسرے سے نہ ہٹاتا تو زمین فساد سے بھر جاتی، لیکن (اُس نے اِسی طرح ہٹایا ہے، اِس لیے کہ) اللہ دنیا والوں پر بڑی عنایت فرمانے والا ہے۔[۶۶۷] ۲۴۹-۲۵۱

---

[۶۶۳] طالوت کے بیٹے یونتن نے یہ فقرہ غالباً اِسی موقع پر کہا ہے:

"سو یونتن نے اُس جوان سے جو اُس کا سلاح بردار تھا، کہا: آ ہم اُدھر اِن نامختونوں کی چوکی کو چلیں۔ ممکن ہے کہ خداوند ہمارا کام بنا دے، کیونکہ خداوند کے لیے بہتوں یا تھوڑوں کے ذریعے سے بچانے کی قید نہیں۔" (۱-سموئیل ۱۴:۶)

[۶۶۴] یعنی اسباب و وسائل تو یقیناً اختیار کیے گئے، لیکن فتح اصلاً اللہ کے حکم ہی سے ہوئی۔ سموئیل میں ہے کہ سیدنا داؤد نے یہی بات اُس وقت کہی تھی، جب وہ میدان جنگ میں جالوت کے مقابل ہوئے:

"اور یہ ساری جماعت جان لے کہ خداوند تلوار اور بھالے کے ذریعے سے نہیں بچاتا، اِس لیے کہ جنگ تو خداوند کی ہے اور وہی تم کو ہمارے ہاتھ میں کر دے گا۔" (۱-سموئیل ۱۷:۴۷)

[۶۶۵] یہ وہی حضرت داؤد ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی اور جن کے فرزند بنی اسرائیل کے جلیل القدر بادشاہ اور نبی سیدنا سلیمان علیہ السلام ہیں۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے جالوت کو قتل کرنے کے اِس واقعے کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے اُن کے بارے میں لکھا ہے:

"... اِن کی ابتدا غریبانہ، لیکن انتہا نہایت شان دار ہوئی۔ اِنھوں نے اپنے بارے میں خود فرمایا ہے کہ خداوند نے مجھے بھیڑ سالے سے نکالا اور اسرائیل کے تخت پر لا بٹھایا۔ یہ طالوت کی اُس فوج میں شامل تھے جس کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اِس شمولیت کے متعلق تورات میں دو مختلف روایتیں ہیں۔ ایک سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ اِس جنگ کے پیش آنے سے پہلے ہی طالوت کے سلاح بردار کی حیثیت سے اُن کے لشکر میں داخل ہو چکے تھے اور درپردہ یہ سموئیل کے ممسوح اور مستقبل کے بادشاہ بھی تھے۔ دوسری روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بالکل وقت کے وقت اپنی بکریاں چراگاہ میں چھوڑ کر اپنے بڑے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ، وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ. ﴿۲۵۲﴾

یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تمھیں حق کے ساتھ سنا رہے ہیں، اور اِس میں کوئی شک نہیں کہ تم اللہ کے رسولوں میں سے ہو۔ (بنی اسرائیل بھی اِس بات کو جانتے ہیں، لیکن مانتے اِس لیے نہیں کہ) یہ جو رسول

بھائیوں کو، جو جنگ میں شریک تھے، اپنے باپ کے حکم سے کچھ کھانے کی چیزیں دینے آئے۔ یہاں اِنھوں نے دیکھا کہ جالوت مقابلے کے لیے چیلنج دے رہا ہے، لیکن کوئی اُس کے مقابلے کے لیے آگے نہیں بڑھ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر اِن کی غیرت کو جوش آیا۔ اِنھوں نے طالوت سے اُس کے مقابلے کی اجازت مانگی۔ یہ اُس وقت ایک نوخیز، سرخ رو اور خوش قامت نوجوان تھے۔ طالوت کو اِن کی کم عمری اور ناتجربہ کاری کی بنا پر اجازت دینے میں تردد ہوا۔ لیکن جب اِنھوں نے کہا کہ میں اپنی بکریوں پر حملہ کرنے والے شیروں اور ریچھوں کے جبڑے توڑ دیا کرتا ہوں، بھلا اِس نامختون فلسطینی کی کیا حیثیت ہے کہ یہ زندہ خداوند کی فوجوں کو رسوا کرے، تو طالوت نے اِن کے عزم و ہمت کو دیکھ کر اِن کو اجازت دے دی اور خود اپنا جنگی لباس پہنا کر اپنے مخصوص اسلحہ سے اِن کو لیس کیا۔ اُس وقت تک اِن کا زمانہ بھیڑوں بکریوں کی چرواہی میں گزرا تھا، اِس جنگی لباس اور اِن جنگی اسلحہ کا اِن کو کوئی تجربہ نہیں تھا۔ وہ اِن کو پہن کر کچھ بندھا بندھا سا محسوس کرنے لگے۔ آخر طالوت کی اجازت سے اِس قید سے رہائی حاصل کی اور چرواہوں کی طرح اپنی فلاخن اٹھائی، چادر کے ایک کونے میں کچھ پتھر رکھے اور وقت کے سب سے بڑے دیو کے مقابل میں جا کے ڈٹ گئے۔ پہلے تو اُس نے اِن کا مذاق اڑایا۔ لیکن جب اِن کی طرف سے اُس کو ترکی بہ ترکی جواب ملا تو اُس نے کہا کہ ''اچھا آ، آج تیرا گوشت چیلوں اور کووں کو کھلاتا ہوں۔'' اتنے میں حضرت داؤد نے فلاخن میں پتھر رکھ کر جو اُس کو مارا تو پتھر اُس کے سر سے چپک کر رہ گیا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اتنے بڑے سپہ سالار کا ایک الھڑ چرواہے کی فلاخن سے اِس طرح مارا جانا، ظاہر ہے کہ ایک عظیم واقعہ تھا۔ چنانچہ فلسطینی فوج میں بھگدڑ مچ گئی اور اِدھر بنی اسرائیل کی عورتوں کی زبان پر یہ گیت جاری ہو گیا:

''ساؤل نے تو ہزاروں کو مارا، پر داؤد نے لاکھوں کو مارا''۔'' (تدبر قرآن ۱/۵۸۰)

[۶۶۶] اصل الفاظ ہیں: 'علمه مما يشاء'۔ یہاں بظاہر 'مما شاء' کا موقع تھا، مگر اِس کے بجاے یہ اسلوب اللہ تعالیٰ کے جس طریقے کو بیان کرنے کے لیے اختیار کیا گیا ہے، اُسے ہم نے اپنے ترجمے میں واضح کر دیا ہے۔

[۶۶۷] یہ آخر میں جنگ کا مقصد بیان کر کے بات ختم کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر ظلم و عدوان کے مقابلے میں اِس کا حکم نہ دیتے تو زمین میں ایسا فساد برپا ہو جاتا کہ وہ نیکی، تقویٰ اور صلاح و فلاح کے تمام آثار سے خالی ہو جاتی۔ اِس میں، ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے لیے ترغیب و تشویق ہے کہ اُنھیں بھی اب بغیر کسی تردد کے خدا کے اِس مقصد کو حاصل کرنے کی جدوجہد کے لیے تیار ہو جانا چاہیے اور بنی اسرائیل کی تاریخ کے اِن واقعات کی روشنی میں مطمئن رہنا چاہیے کہ وہ ثابت قدم رہے تو اللہ اُن کے دشمنوں پر اُنھیں اِسی طرح غلبہ عطا فرمائے گا۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ: مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ، وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ، وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ، وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ، وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ، وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا، فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ، وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ، وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ. ﴿٢٥٣﴾

ہیں، ہم نے اِن میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی، (اِس طرح کہ) اِن میں سے کسی سے اللہ خود ہم کلام ہوا[۶۶۸] اور کسی کے درجے اُس نے (بعض دوسری حیثیتوں سے) بلند کیے اور (آخر میں) مریم کے بیٹے عیسیٰ کو ہم نے نہایت واضح نشانیاں دیں اور روح القدس سے اُس کی تائید کی۔[۶۶۹] (چنانچہ یہی چیز اِن رسولوں کے ماننے والوں میں ایک دوسرے کو جھٹلانے کا باعث بن گئی)۔[۶۷۰] اور اگر اللہ چاہتا تو نہایت واضح دلائل سامنے آجانے کے بعد یہ اُن کے بعد والے ایک دوسرے سے نہ لڑتے۔ لیکن (اللہ نے یہ نہیں چاہا کہ لوگوں پر جبر کرے، اِس لیے) اُنھوں نے اختلاف کیا۔ سو اُن میں سے کوئی (اِن رسولوں پر) ایمان لایا اور کسی نے ماننے سے انکار کر دیا۔ (تم کو نہ ماننے کی وجہ بھی یہی ہے، اے پیغمبر)، اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ہرگز آپس میں نہ لڑتے، مگر اللہ (اپنی حکمت کے مطابق) جو چاہے کرتا ہے۔[۶۷۱] ۲۵۲-۲۵۳

---

[۶۶۸] اِس سے مراد وہ مخاطبۂ الٰہی ہے جس سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام براہ راست مشرف ہوئے۔ یہ اُن کی فضیلت کا خاص پہلو ہے۔

[۶۶۹] پرانے صحیفوں میں 'الروح القدس' سے جبریل امین مراد لیے جاتے ہیں۔ سیدنا مسیح علیہ السلام کے لیے روح القدس کی تائید کا ذکر اِس لیے کیا جاتا ہے کہ اُن سے جو کھلے کھلے معجزے صادر ہوئے، یہود نے اپنی بدبختی کے باعث اُنھیں بدروحوں کے سردار بعلزبول کی تائید کا نتیجہ قرار دیا۔

[۶۷۰] یعنی جس نے جس نبی اور رسول کو مانا، 'آں چہ خوباں ہمہ دارند وتو تنہا داری' کا مصداق بنا کر مانا۔ چنانچہ دوسرے کسی نبی یا رسول کے لیے کوئی فضیلت ماننا اُس کے نزدیک ایمان کے منافی قرار پایا، یہاں تک کہ نوبت اللہ کے نبیوں اور رسولوں کو جھٹلانے تک پہنچ گئی۔ بنی اسرائیل کا معاملہ بھی یہی تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے کے نتیجے میں خدا کی آخری ہدایت کا ماخذ آپ قرار پائیں گے اور یہ اُن کے پیغمبروں پر آپ کی فضیلت ماننے کے مترادف ہوگا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا، اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا
بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ، وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. ﴿۲۵۴﴾
اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ، لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ، لَهٗ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ، مَنْ ذَاالَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ، يَعْلَمُ

ایمان والو، (تم اِنھیں اِن کے حال پر چھوڑ واور) جو کچھ ہم نے تمھیں دیا ہے، اُس میں سے (اللہ کی راہ میں) اُس دن کے آنے سے پہلے خرچ کرلو، جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی، نہ (کسی کی) دوستی کام آئے گی اور نہ کوئی سفارش نفع دے گی۔ اور (حقیقت یہ ہے کہ اُس دن کے) منکر ہی اپنی جان پر ظلم ڈھانے والے ہیں۔ ۲۵۴

(اُس دن معاملہ صرف اللہ سے ہوگا)۔ اللہ، جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، زندہ اور سب کو قائم رکھنے والا۔[۶۷۲] نہ اُس کو نیند آتی ہے، نہ اونگھ لاحق ہوتی ہے۔[۶۷۳] زمین وآسمان میں جو کچھ ہے، سب اُسی کا ہے۔ کون

---

[۶۷۱] یعنی اپنے علم اور اپنی حکمت کے مطابق جس چیز کو درست سمجھتا ہے، کرتا ہے۔ تمھاری خواہشوں سے اُس کا کوئی ارادہ تبدیل نہیں ہوسکتا۔ سو اُس نے یہی درست سمجھا کہ اِس معاملے میں بندوں کو آزادی دے کہ اپنے ارادہ واختیار کے ساتھ وہ کفر وایمان میں سے جو چاہیں اختیار کرلیں۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ''(یہ) اللہ تعالیٰ نے اُس سنت اللہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو ہدایت وضلالت کے باب میں اُس نے پسند فرمائی ہے اور جس کا قرآن میں جگہ جگہ مختلف اسلوبوں سے بیان ہوا ہے۔ وہ سنت اللہ یہ ہے کہ اُس نے ہدایت وضلالت کے معاملے میں جبر کا طریقہ نہیں اختیار فرمایا ہے۔ اگر وہ ایسا کرتا تو اِس میں شبہ نہیں کہ کسی کے لیے بھی ایمان کو چھوڑ کر کفر کی راہ اختیار کرنے کی کوئی گنجایش باقی نہ رہتی۔ لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا، بلکہ بندوں کو آزادی دی کہ وہ اپنی سوچ سمجھ اور اپنے اختیار وارادہ کی آزادی کے ساتھ چاہیں کفر کی راہ اختیار کریں، چاہیں ایمان کی راہ اختیار کریں۔ اگر وہ ایمان کی راہ اختیار کریں گے تو اُس کا صلہ پائیں گے اور اگر کفر کی راہ اختیار کریں گے تو اُس کا انجام دیکھیں گے۔'' (تدبر قرآن ۱/ ۵۸۳)

[۶۷۲] اصل میں لفظ 'قیوم' استعمال ہوا ہے۔ اِس کے معنی ہیں وہ ہستی جو خود اپنے بل پر قائم اور دوسروں کو قائم رکھنے والی ہو۔ اِس سے اور اِس سے پہلے 'حی' کی صفت سے قرآن نے اُن تمام معبودوں کی نفی کر دی ہے جو نہ زندہ ہیں نہ دوسروں کو زندگی دے سکتے ہیں، اور نہ اپنے بل پر قائم ہیں، نہ دوسروں کو قائم رکھنے والے ہیں، بلکہ خود اپنی زندگی اور بقا کے لیے ایک حی وقیوم کے محتاج ہیں۔

www.javedahmadghamidi.org

مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡھِمۡ وَمَا خَلۡفَھُمۡ، وَ لَا یُحِیۡطُوۡنَ بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِہٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ، وَسِعَ کُرۡسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ، وَ لَا یَـُٔوۡدُہٗ حِفۡظُھُمَا وَھُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ. ﴿۲۵۵﴾

لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ، قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ، فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ

ہے جو اُس کی اجازت کے بغیر اُس کے حضور میں کسی کی سفارش کرے۔[674] لوگوں کے آگے اور پیچھے کی ہر چیز سے واقف ہے اور اُس کی مرضی کے بغیر وہ اُس کے علم میں سے کسی چیز کو بھی اپنی گرفت میں نہیں لے سکتے۔[675] اُس کی بادشاہی[676] زمین اور آسمانوں پر چھائی ہوئی ہے اور اُن کی حفاظت اُس پر ذرا بھی گراں نہیں ہوتی،[677] اور وہ بلند ہے، بڑی عظمت والا ہے۔[678] ۲۵۵

(یہ جو رویہ چاہیں، اختیار کریں)، دین کے معاملے میں (اللہ کی طرف سے) کوئی جبر نہیں ہے۔ (حقیقت یہ ہے کہ) ہدایت (اِس قرآن کے بعد اب) گمراہی سے بالکل الگ ہو چکی ہے۔ لہٰذا جس

---

[۶۷۳] اِس نفی سے نیند کی ابتدا اور انتہا، دونوں کی نفی کی ہے۔ مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غفلت کے اثرات سے بالکل آخری درجے میں پاک ہے۔

[۶۷۴] یعنی جب اُس کی خدائی میں کسی کا کوئی حصہ نہیں ہے تو پھر کس کی مجال ہے کہ اُس کی اجازت کے بغیر اُس کے حضور میں سفارش کی جسارت کرے۔

[۶۷۵] یعنی جب لوگوں کے ماضی اور مستقبل کی ہر چیز سے وہ خود واقف ہے اور کوئی دوسرا اُس کے علم کے کسی حصے کو اُس کی مرضی کے بغیر اپنی گرفت ادراک میں بھی نہیں لے سکتا تو سفارش کس بنا پر کی جائے گی؟ کیا کوئی شخص اِس لیے سفارش کرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معلومات میں اضافہ کر سکتا ہے؟

[۶۷۶] اصل میں لفظ 'کرسی' آیا ہے۔ عربی زبان میں یہ اقتدار کی تعبیر ہے۔ ہماری اردو میں بھی یہ لفظ اِس مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔

[۶۷۷] چنانچہ اُن کو سنبھالنے کے لیے اُسے کسی سہارے کی ضرورت پیش نہیں آتی کہ اِس بنا پر کوئی اُس کا شریک وسہیم سمجھا جائے۔

[۶۷۸] لہٰذا اُس کے علم اور اُس کی قدرت کو اپنے محدود پیمانوں سے ناپنے کی کوشش نہ کرو۔ اپنی صفات کے بارے میں جو کچھ وہ خود بتائے، صرف اُسی کو ماننا کافی ہے۔ اِس معاملے میں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرنی چاہیے۔ دین میں بے روح

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ، فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى، لَا انْفِصَامَ لَهَا، وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ.﴿۲۵۶﴾

نے شیطان[۶۷۹] کا انکار کیا اور اللہ کو مانا تو اُس نے گویا نہایت مضبوط رسی پکڑ لی جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتی۔ اور (یہ اِس لیے کہ) اللہ سمیع و علیم ہے۔ ۲۵۶

فلسفیانہ مباحث اور شرک و بدعت کی راہیں اِسی سے کھلتی ہیں۔

[۶۷۹] اصل میں لفظ 'الطاغوت' آیا ہے، یعنی وہ جو خدا کے سامنے سرکشی، تمرد اور استکبار اختیار کرے۔ اِس میں اور 'الشیطان' میں کوئی فرق نہیں ہے۔ قرآن میں یہ دونوں بالکل ہم معنی استعمال ہوئے ہیں۔

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com